جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

ڈاکٹر محمد ناصرؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

ترا وہ مبتلا، ناکام سمجھا جس کو دنیا نے
اسی کو سرخرو دیکھا، اسی کو کامراں پایا

”اسلام وہ دین نہیں ہے، جس میں مسلم کا عمل فقط عبادت کے تنگ مفہوم میں محدود ہو، بلکہ اسلام تو فرد، معاشرہ اور حکومت کے لیے دستورِ زندگی کا نام ہے۔ اسلام انسان کے ساتھ انسان کے استبداد کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام کے ماننے والوں پر فرض ہے کہ آزادی کے حصول کی خاطر جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اسلام آزاد حکومت کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ آزادی کے حصول کے بعد اپنے ملک کو اسلامی اقدار کی شاندار بنیادوں پر چلائیں۔ یہ مقصد ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جب تک مسلمانوں میں آزادی کی خاطر جہاد کرنے کی جرأت نہیں پائی جائے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ اسلام کے مطلوبہ معیاروں کے مطابق حصولِ آزادی کے لیے اپنے جہاد کو طاقتور بنائیں اور وہ طریقۂ کار اختیار کریں جو اسلام پسند طلبہ و نوجوانوں کو بھی تیار کرنے کا کام کرے۔“[۳۲]

(ڈاکٹر محمد ناصر)

ڈاکٹر محمد ناصر

پیدائش اور تعلیم: محمد ناصر 17 جولائی 1908 میں انڈونیشیا کے جزیرہ سماترا کے منانگ کباؤ میں پیدا ہوئے۔ دیندار گھرانے سے تعلق تھا لہٰذا ابتدائی تعلیم دینی مدرسے سے حاصل کی۔ بعد ازاں 1923 سے 1927 کے دوران اسکالرشپ پر پدانگ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے باندونگ میں بھی تعلیم کے کچھ مراحل طے کیے اور بالآخر جکارتہ کے اسلامیہ کالج سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ باندونگ میں انھوں نے تعلیم و تربیت کے میدان میں خدمات انجام دیں، پھر انڈونیشیا کی راجدھانی میں شعبۂ تعلیم و تربیت کے ڈائرکٹر بنائے گئے۔ ان کا زمانہ انڈونیشیا پر ڈچ اقتدار کا زمانہ تھا۔ سامراجی حکومت نے اسلام کو عوامی زندگی سے الگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا لیکن انڈونیشیا کی مسلم قوم کی طرف سے اس کی سخت مزاحمت ہوئی اور ڈچ سامراج کو متعدد بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلام اور مسلمانوں کو کھلے ہوئے باطل کی طرف ہنکالے جانا ایک مشکل کام تھا، لہٰذا ڈچ حکام نے علماء کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر عوام کو شیشے میں اتارنا چاہا اور اس کے لیے علماء کی متعدد تنظیمیں بنائیں۔ جاپان نے بھی اس زمانے میں اپنی ریشہ دوانیاں تیز کردیں۔ اسلام کے ساتھ عوام کی وفاداری کو کیش کرنے کے لیے جاپان نے بھی علماء کی متعدد تنظیمیں بنائیں جن میں 1943 میں بنی ماشومی (مجلسِ شوریٰ مسلمی انڈونیشیا) بھی شامل تھی۔ لیکن انڈونیشیا پر تسلط کا اس کا ناپاک خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ البتہ جاپان کے بنائے ہوئے اس صنم کدے سے کعبے کو پاسبان ضرور مل گئے اور خواہ کچھ ہی مدت کے لیے سہی لیکن انڈونیشیا کی چار بڑی اسلامی جماعتیں ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہوگئیں۔ جاپان کو جیسے جیسے اپنی شکست اور اس بات کا اندازہ ہونے لگا کہ علماء کے سامنے اس کی دال نہیں گلے گی تو اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے اس نے نیشنلسٹ اور کمیونسٹ لیڈران کی پذیرائی شروع کی، خصوصاً سوکارنو سے راہ رسم استوار کی۔ ماشومی کو نظرانداز کرنے کی پالیسی اپنائی گئی۔ 17 اگست

1945 کوانڈونیشیا کی آزادی اور 15 نومبر کو جاپان کی باضابطہ شکست نے البتہ اس کے خواب چکنا چور کردیے۔ البتہ نئی آزاد فضا میں ماشومی نے سیاسی طور پر زندہ رہنے؛ قوم کی تعمیر کرنے؛ اور قومی زندگی میں اہم کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔

مدبر سیاستدان، بے نظیر قائد: عام قائدین کی طرح ڈاکٹر ناصر کسی سیاسی تنظیم کی بنیاد ڈال کر اس کے خودساختہ لیڈر نہیں بن بیٹھے بلکہ ماشومی میں انھوں نے مقامی سطح سے کام کیا۔ اپنی بے مثال شخصیت، اونچے کردار اور بالغ نظری کی وجہ سے وہ بہت جلد قومی سطح کے ایک عظیم لیڈر کی حیثیت سے ابھرے۔ 1949 میں انھیں پارٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ انھیں ماشومی کا دماغ بھی کہا جاتا تھا۔ محمد ناصر کی کامیابی، مقبولیت اور ہردلعزیزی کا ایک راز یہ بھی تھا کہ وہ علماء اور مغربی تعلیم یافتہ دانشور طبقے میں یکساں مقبول تھے۔ ملک کی آزادی میں ناصر کا کردار اور قربانیاں ناقابلِ نظرانداز تھیں، الیکشن میں بھی ڈاکٹر ناصر کی قیادت میں اتری ماشومی نے بھاری کامیابی درج کی۔ لہٰذا آزاد مملکت انڈونیشیا کا دستور بننے کے بعد سب سے بڑی پارٹی کے صدر اور مقبولِ عام لیڈر کی حیثیت سے انھیں 1950-51 میں حکومت کی تشکیل کا موقع ملا۔ اس طرح ڈاکٹر ناصر انڈونیشیا کے وزیرِ اعظم بنے۔ ناصر سیکولرزم، کمیونزم کے زبردست نقاد اور مغرب سے مرعوب سیاستدانوں سے سخت نالاں تھے۔ وہ انڈونیشیا کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت بنانے کے خواہاں تھے۔ ان کی یہی اسلام پسندی صدرِ مملکت سوکارنو کو راس نہ آئی اور ان کی راہ میں طرح طرح کے روڑے اٹکا کر بالآخر اس نے انھیں سال بھر کے اندر ہی استعفیٰ دینے پر مجبور کردیا۔ البتہ بطورِ ماشومی کے صدر اور ممبر پارلیمنٹ وہ 1958 تک اپنے عہدے پر برقرار رہے۔

سوکارنو ملک میں کمیونسٹ حکومت کے قیام کا خواہاں تھا، محمد ناصر کی قیادت میں تمام سیاسی پارٹیاں کمیونزم کے اس متوقع سیلاب کے خلاف سینہ سپر ہوگئیں۔ دستوری طریقوں سے دال گلتی نہ دیکھ کر سوکارنو نے 1959 میں دستور کو کالعدم قرار دیا اور ملک کے سیاہ وسپید کا مالک بن بیٹھا۔ 1961 میں اس نے ماشومی پر پابندی عائد کردی اور اس کے سرکردہ لیڈران بشمول محمد ناصر کو قید کردیا۔ ناصر چار سال تک قید میں رہے اور 1965 میں سوہارتو کے ذریعے لائے گئے فوجی انقلاب کے بعد ہی رہا ہو پائے۔ لیکن ماشومی پر پابندی بدستور برقرار رہی، حکومت کی اسلام دشمنی میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

پابندی عائد ہونے پر بھی ناصر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے نہ رہے۔ قانونی اور سیاسی طور پر ماشومی کی بحالی کی ہر ممکن تدبیر کی جاتی رہی اس کے علاوہ کام کو جاری رکھنے کے لیے انھوں نے 1967 میں **دیوان دعوۃ اسلامیہ انڈونیشیا** کا قیام کیا۔ اس غیر سیاسی دعوتی تنظیم نے انڈونیشیا میں اسلام پسندوں کی کھیپ کی کھیپ تیار کر دی۔ ستر کی دہائی میں اس دعوتی تنظیم نے اسکالرشپ پر طلبہ کو مغربی ایشیاء کے مسلم ممالک میں بھیج کر تعلیم دلانے کا ایک کامیاب منصوبہ بنایا۔ یہ نئی نسل واپسی پر اسلام کی محافظ ثابت ہوئی۔ ڈاکٹر ناصر کی قیادت میں اس تنظیم نے دنیا بھر کے تحریکاتی لٹریچر کا انڈونیشیائی زبان میں ترجمے کا انتظام بھی کیا جس سے انڈونیشیائی اسلامی تحریک کو دوسری تحریکات کے تجربات سے سبق حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ اسّی کے دہے سے ہی ان مختلف الجہت کوششوں کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہونے لگے۔ اسلامی معاشی نظام کے لیے جدوجہد تیز ہوئی، اس زمرے میں خاطر خواہ کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ خاندانی قوانین کو اسلامیانے کا عمل تیز ہوا، شرعی قوانین کا نفاذ ہوا۔ مسلم طلبہ کی انجمنیں تشکیل پائیں اور انجینئروں، کسانوں، مزدوروں وغیرہ کے فورمس کا قیام ہوا۔ ملحدانہ اور عیسائیت کی فکری یلغار کے جواب میں اسلام کے دفاع کے لیے اس تنظیم نے ایک مجلہ بھی نکالا جو نئی نسل اور تعلیم یافتہ طبقے میں خاصہ مقبول ہوا۔ محمد ناصر کی انڈونیشیا میں اسلام کے احیا کی ان کوششوں کو دنیا بھر کے اسلام پسندوں نے تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ 1967 میں ناصر پاکستان میں منعقد ہونے والی **عالمی مؤتمر اسلامی** کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ انھوں نے عرب ممالک کے کئی دورے کیے۔ مسئلۂ فلسطین ان کے نزدیک خاصی اہمیت کا حامل تھا۔ قید و بند کی صعوبتوں، اور اسلامی نظام کی راہ میں حائل مشکلات کے پہاڑ ڈاکٹر ناصر کے عزم و استقلال میں رعشہ نہ ڈال سکے، وہ اپنا کام احسن طریقے سے کیے جانے اور نتائج اللہ پر چھوڑنے کا جگر گردہ رکھتے تھے۔ نئی نسل کے لیے اپنے ایک پیغام میں انھوں نے کہا تھا:

’’میں مستقبل میں مسلمانوں کی جانب سے اندیشہ محسوس نہیں کرتا اور نہ وہاں کوئی خطرہ ہے۔ بلکہ مستقبل تو اسلام کا ہے، بشرطیکہ مسلمان ڈٹے رہیں، خود کو اور اپنے معاشرے کو استقامت اور صبر کا عادی بنانے کی بھرپور کوشش کریں تاکہ ہم سب اس تابناک مستقبل کو دیکھ سکیں۔‘‘

علمی خدمات: ڈاکٹر ناصر کوئی پیشہ ور قلم کار نہیں تھے، وہ تو ایک سلجھے ہوئے مفکر، سرگرم داعی اور

پر جوش مقرر تھے۔لیکن دردوسوز میں ڈوبی ہوئی ان کی کچھ تحریریں عربی میں ترجمہ ہوکر ہمارے پاس پہنچی ہیں،(اردوداں طبقہ ابھی ناصر کے خیالات سے آشنانہیں ہوسکا ہے)۔ان کی کئی پارلیمانی تقاریر کتابچوں کی شکل میں شائع ہوچکی ہیں اورآج انڈونیشیا کی نئی نسل کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ان میں: دو راستوں میں سے ایک کومنتخب کرو: اسلام یا سیکولرزم؟؛مسلم عورت اوراس کے حقوق؛اسلامی ثقافت؛ تخریب کے بیچ تعمیر؛انڈونیشیائی انقلاب؛کیادین کوسیاست سے الگ کیاجاسکتاہے؛عالمی سلامتی میں اسلام کی شرکت؛قضیہٗ فلسطین؛علم،اقتداراوردولت امانت ہیں؛انڈونیشیامیں اسلام اورعیسائیت... وغیرہ قابلِ ذکرہیں۔ڈاکٹرناصرنے 5فروری1993 کوشہرجکارتہ میں داعیٔ اجل کولبیک کہا؛اللہ تعالیٰ ان کی قبرکونورسے بھردے اورنئی نسل کوان کے اسوے پرچل کرانڈونیشیامیں ایک اسلامی انقلاب لانے کی توفیق دے۔ آمین!